

اور میں اس سے پٹ کر خوب روؤں۔ باہر تیز بارش برس رہی ہے (کہ اب بارانِ رحمت آپ کے خط کے ساتھ ساتھ آیا تھا) سامنے کھیت بڑی خاموشی اور سکون سے جس آسودگی سے بارش میں دھواں دھواں بھیگ رہے ہیں اور ہمارے گاؤں کو آنے والی مردک بڑی بے فکری سے کھیتوں اور چھوٹے چھوٹے مکانوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کے درمیان چمک رہی ہے اور کوئی وقت ہوتا تو میں بھی امی کے منع کرنے کے باوجود پائیخانہ اٹھا کر صحن میں اس بارش میں ضرور گھومتی بچوں کی طرح اور خوب بھیگتی لیکن اب تو میں سارے جہاں سے بیزار بیٹھی ہوں۔

آپ کو خط لکھتے تین چار ماہ سے زائد نہیں ہوئے شاید مگر ایسا لگتا ہے جیسے ہمیشہ سے ایسا تھا۔ آپ میرے لیے اتنے نزدیک اور اتنے اپنے تھے شاید آپ اتنے اچھے خط نہ لکھتے تو ایسا نہ ہوتا۔ آپ بھی میرے لیے ایک عام انسان رہ جاتے اور کچھ بھی نہ ہوتا۔ میں آپ کو ایک دو خط لکھ کر چھوڑ دیتی جیسا کہ سوچا تھا لیکن جیسا کہ آپ نے بھی لکھا ہے آپ میرے لیے کیا ہیں محض ایک واہمہ سراب اور جنگل کا درخت ایسے جنگل کا درخت جس میں داخل ہونا تو کجا جس کے نزدیک سے گزرنا بھی میرے لیے منوع ہو تو میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں آپ کو خط نہ لکھوں اس کے بعد اور اگر کبھی کبھار لکھوں بھی تو بس مختصر اور عام ساخت۔

میں نے اپنے لیے سنجیدگی سے شاید آج تک کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا ہی نہیں کہ کوئی بھی چیز یا انسان اتنا اچھا لگا ہی نہیں... اور جب لگا بھی تو بالکل پاگل پن کے ساتھ بے ہودگی کے ساتھ اور میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعماً نگ لیں کہ اے خدا تو چاند کو آسمان سے توڑ کر میرے ہاتھوں میں پھینک دے۔ ظاہر ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے وہی دعماً نگ سکتے ہیں جو ان کے بھی اختیارات سے باہر نہ ہوئے شک وہ قادر مطلق ہیں مگر کچھ ان کی بھی تو مجبوریاں ہیں جو صاف ظاہر بھی ہیں (نحوذ باللہ)۔ اور حلتے چلتے میرا ایک اور فضول شعرن لیں ۶۴  
 اُنھا بھی دھواں نہ کبھی روشنی ہوئی  
 جلتی رہی حیات یونہی خامشی کے ساتھ  
 ”نتالیہ“

### تسلیمات!

آپ واقعی ایک واہم ہیں، خواب ہیں، حقیقوں سے ما درا کوئی شے ہیں، کوئی افسانوی اور کتابی کردار ہی ہیں جو صرف ناولوں اور افسانوں میں ہی ہوتا ہے۔ اصل میں کہیں نہیں ہوتا۔ نہ کہیں کوئی رُودیں ہوتا ہے اور نہ کوئی نتالیہ۔ صرف کتابوں میں ہوتے ہیں یہ لوگ۔ اور اگر حقیقت میں ہوں بھی کہیں تو ہم انہیں افروز نہیں کر سکتے، انہیں زندہ نہیں رکھ سکتے۔ بعض اوقات ہم انہیں مارنے پر مجبور ہوتے ہیں، مار دیتے ہیں اور بعض دفعہ یہ خود اپنے آپ کو مار دیتے ہیں۔ اپنے حالات کے تحت ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور وہ زندگی وہ روشنی کبھی نہیں ملتی کہیں نہیں ملتی جو ان کا خواب ہوتی ہے جو یہ گزارنا چاہتے تھے۔ اپنی تمام تر انفرادیت، شعور، خود پسندی، تعلیمی ڈگریوں، خیالات، جذبات اور اپنے تمام تر حسن یا حسن نظر کے باوجود انجام وہی ہوتا ہے مقدر وہی ہوتا ہے جو کسی بھی معمولی اور عام اور جامل کردار کا مقدار ہوتا ہے۔ وہی مخصوص اور محدود راہِ زندگی۔

اس دفعہ عید کے دن بہت زیادہ خوش رہی تھی میں۔ اتنا اہتمام تھا، خوشی تھی، زیگی تھی اور ہنگامہ پرور دن ہنسنے ہستے گزر گیا تھا۔ بے شمار تصاویر نگین اور سلامیڈز بنائی تھیں۔ سوان ما سکو چلا گیا تھا تو اتنی اداسی کے ساتھ میں سوچتی تھی کہ قرۃ العین نے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ ”ہر دلچسپ اور خوبصورت دن ختم ہو جاتا ہے“، تمام موسم اور زمانے تیزی سے گزر جاتے ہیں اور پچھے صرف خوف اور تکلیف کا احساس رہ جاتا ہے۔ کہہ آ لو دشاموں میں اس خوف کو میں نے تنہا محسوس کیا۔“ میں نے سوچا پار بار پڑھ کر سوچا کہ ہر خوبصورت اور پر سحر جذبہ ستا ہو جاتا ہے، بد صورت ہو جاتا ہے اور اپنے پچھے شکستگی اور تکلیف کا بہت پر تھارت احساس چھوڑ جاتا ہے جس کا دکھ اور تختی میں نے تنہا محسوس کی۔

ایک تو سوان کے جانے کی اداسی پھر آپ کے خط نے ناخوش کیا اور ایک حادثہ اور ہوا کہ میری تین سال عمر کی براوں دھاریوں اور براوں آنکھوں والی بہت خوبصورت بی تھی جس کا نام روشنی تھا براوی بھی کہلاتی تھی وہ سبزیوں کے کھیت کے کنوئیں میں گر گئی اور زندہ نہیں نکل سکی۔ بہت سے بچے طوفانی انداز میں پہلے اس

کے گرنے کی خبر لائے پھر اُسے مرا ہوانکال کر لائے پھر، ہم سب نے یعنی میں نے اور پھوپھو کے بچوں نے اور پڑوں کے بچوں نے بہت خاموشی سے اور ذکھ سے اُنے پچھلے صحن میں دھریکوں کی چھاؤں میں ایک گوشے میں دفن کیا اور بہت دری تک وہاں اُداس اور سنجیدہ بیٹھے رہے پھر شام تک بلکہ رات تک جس جس بچے کو خبر ملتی گئی وہ میرے پاس اُس کے افسوس کے لیے آتا رہا۔ شکر ہے کہ اس کا ایک اسی جیسا خوبصورت بلوگ (جس کا نام سوان نے فلسفی رکھا ہے) ہمارے پاس موجود ہے جو ماں کے ساتھ باہر نہیں گیا تھا سب بچے اُس کی قیمتی پر افسوس کرتے رہے اور مجھ سے تصدیق کرتے رہے اُس کی اس محرومی کی اور اُسے کھانے کی چیزیں دیتے رہے۔

”نتایہ“

### تلیمات!

جیسا کہ آپ نے بھی فرمایا اور میں نے خود بھی غور کیا تو احساس ہوا کہ آپ ٹھیک سمجھاتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے درمیان جو رابطہ ہے وہ انتہائی خوبصورت، خوابناک، ناقابلِ یقین اور ایک افسانوی ساطسم ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد معصوم، بے گناہ اور بے غرض بھی ہے۔ ایک شدید گہری روحانی مسرت اور سرخوشی کا احساس ہے (نہے نہ؟) اور اس میں کوئی بھی بدصورت اور قابل نفرت بات نہیں، کوئی بے ہودہ بات نہیں، کوئی غلط خواہشات یا ارادے نہیں۔ صرف ہمارے بے ضرر، خوبصورت خیالات اور تصورات ہیں، سوچیں اور احساسات ہیں جن کے تبادلے نے ہم ایک دوسرے کے حوالے سے اپنی باطنی خوبصورتی کو پہچان رہے ہیں۔ اپنا اندر دیکھ رہے ہیں جو کس قدر خوشی کی بات ہے کہ تاریک نہیں۔ اسی طرح اجلہ اور روشن اور خوبصورت ہے جیسا کہ ہمارا ظاہر (مجھے یقین کریں کہ بے پناہ حیرت ہو رہی ہے یہ سب لکھتے ہوئے کہ کیسے خود بخود ذہن میں آ رہی ہیں یہ باتیں یعنی کیا آپ نے مجھے ایک فلسفی بھی بنادیا ہے) اور آپ کے سمجھانے پر میں نے بھی سمجھا کہ ہمارے درمیان کوئی ایسی حرکتیں نہیں کہ جن کے خیال سے آدمی خود کو

نادم و مجرم و گراگر محسوس کرے۔

لیکن اگر میں کبھی کبھی ایسا محسوس کرتی ہوں تو میرے خیال میں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میرا ایک بے حد مخصوص خاندانی پس منظر، معیار اور روایات و حالات ہیں جن کی میں گرفتار ہوں (اور آپ کو جانے سے پہلے یہ سب مجھے اتنا رہا بھی نہ لگتا تھا) اور اسی کے تحت یہ احساس مجھے مجرم بناتا ہے کہ میں جو کچھ سوچتی ہوں آپ کے بارے میں، جو کچھ لکھتی اور اظہار کرتی ہوں (بلا ارادہ بے ساختہ کر جاتی ہوں) وہ میرے لیے منوع ہے، ناجائز ہے بلکہ حرام ہے۔ (یوں جیسے کوئی قبلے کو چھوڑ کر کسی اور سمت منکر کے نماز پڑھے) اور مجھے ایسا سوچنے یا لکھنے کی کوئی اجازت نہیں ہے جیسا کہ میں لکھتی ہوں۔ اسی احساس کے تحت میرے اپنے خوبصورت اور معصوم ترین خیالات بھی اور الفاظ بھی مجھے پشمیان و نادم بنادیتے ہیں۔ جن کا اظہار بھی میں صرف آپ سے ہی کر سکتی ہوں اور آپ کو بھی ڈسرب کر دیتی ہوں۔

اور یہاں اپنی فیملی کے معیار یا پس منظر کا ذکر کرنے سے میری مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی طرح بھی آپ سے کوئی برتر و بہتر شے سمجھتی ہوں بلکہ جیسا کہ ایک مرتبہ آپ نے بھی تحریر کیا تھا کہ یہ میری موروثی مجبوریاں اور پابندیاں ہیں اور ان سے وابستہ وہ تمام عقیدت و تقدس احترام و پاکیزگی کے تصورات جو بچپن ہی سے مجھے اپنے اردو گرد نظر آئے ہیں اور میری منفرد پسندی کے لیے بڑے مسرت و تقاضہ بخش تھے اس درجے کے یقین کریں کہ میں میں شاید اپنے آپ کو کوئی شہزادی نہیں بلکہ دیوی سمجھتی تھی جس کے صرف قدموں کو چھونے کے لیے سب بنے ہوں اس سے آگے رسائی کے کوئی قابل نہ ہو اور شاید... کوئی تھا بھی نہیں اگر تھا تو صرف کتابوں میں خیالوں میں اور ان سب جگہوں میں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، کوئی وجود نہیں ہوتا لیکن پھر ایک دم میں بالکل حیرت زدہ اور سحر زدہ سی رہ گئی کہ کیا کتابوں میں چیز بھی لکھا ہوتا ہے اور رُودین حقیقی بھی ہوتے ہیں اور آدمی کے خیالات و تصورات کو کوئی حقیقی جیتا جا گتا وجود بھی مل سکتا ہے۔ بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر بلکہ غیر حقیقی طور پر مجھے ان سوالوں کا جواب ملا لیکن اس

کچھ جو آپ تصور کر سکتے ہیں، وہ بیان کر سکتا ہے۔ وہ سب کچھ جو آپ سوچ سکتے ہیں وہ سمجھ سکتا ہے اور ایک بے نیازی سے آپ کو یقین دلاتا ہے کہ یقیناً وہ حاکم ہے اور آپ ملکوم۔ ”میرا خیال ہے کہ میری ڈائری کو آپ کبھی نہ پڑھ سکیں گے۔ اس کی بہت سی باتیں کبھی نہ جان سکیں گے جو مجھے خود بھی کبھی کبھی یقین نہیں آتا کہ میں نے ہی لکھی ہیں۔

خدا تعالیٰ پر مجھے یاد آیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جسے اللہ سے محبت ہو اُسے ہر گل، ہر رنگ، ہر شے میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تو میں اس وقت بہت محفوظ ہو کر سوچتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تو میرے ساتھ کوشش کے باوجود ایسا ہوا نہیں مگر اس کے ایک ”غازی اور پُر اسرار بندے“ کے معاملے میں ایسا ہو گیا ہے۔ مجھے ہر پھول، ہر شے میں اُس بندے کا بھی جلوہ تو نظر نہیں آتا مگر خیال اُس کا ضرور آتا ہے۔ ہر خوبصورت وقت میں اور ہر خوبصورت چیز اور خوبصورت جذبے کے ساتھ اور کیا مصیبت ہے کہ بالکل روایتی لوگوں کی طرح کبھی کبھی دورانِ نماز بھی۔

مجھے زگس کے پھول بہت پسند ہیں (اور پنڈی میں صرف صدر میں ایک جگہ ملتے ہیں) زگسیت کے مفہوم سے بھی آگاہ تھی لیکن اس کے بیک گراڈنڈ کا علم نہ تھا۔ آپ نے بتایا تو بڑا اچھا اور رومٹیک لگا۔ مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ میں بھی زگسیت کا شاید شکار ہوں یا رہی ہوں لیکن سوچتی ہوں کہ ایسے ایک انسان کے لیے کیا یہ قدرتی نہیں جسے اپنے منفرد ہونے کا بخوبی احساس بھی ہو لیکن اسے ماحدوں ایسا ملے جہاں اُس کی انفرادیت کی کوئی پہچان اُس کی مرضی کے مطابق نہ ہو۔

اور ایک مرے کی بات سنیں کہ گزشتہ ہفتے ضیاء الحق دربار پر آیا۔ بابا نے ایک مسجد بنوائی ہے اس کا افتتاح کرنے (آپ کو میں لکھ چکی ہوں ناکہ ضیاء الحق اور اس کی موئی بیوی سے لے کر اُس کا پچھہ اور عملہ پتہ نہیں کیسے اور کیوں بابا کا مرید ہے عرصے سے) تو سارے آس پاس کے گاؤں دیہاں توں کے لوگ دربار پر جمع تھے اور ہمارے سارے رشتہ دار بھی یعنی مردم تام۔ اور بابا سے ضیاء الحق اندر جمرے میں جا کر ملا۔ ان کے پاس چٹائی پر بیٹھا رہا پھر ان کے پیچھے نماز پڑھی وغیرہ۔ مجھے اتنی کوفت ہوئی میں نے کہا بابا آپ امام خمینی کے نقش قدم پر نہیں چل رہے۔

طرح کہ اب مجھے اپنا یہی انفرادیت عطا کرنے والا ماحول اور اس سے وابستہ ہر چیز بوجھل، مصیبت اور مجبور کر دینے والی لگتی ہے کیونکہ شاید یہی سب کچھ ہے جو مجھے ڈراتا اور پشیمان و نادم بناتا ہے اور احساس جرم پیدا کرتا ہے اور حقیقت اور افسانے کے درمیان حائل ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر میں ایک عام گھرانے کی نیم آزاد نیم خود مختار لڑکی ہوتی تو شاید یوں خود کو بتلائے خوف و ندامت نہ پایا کرتی اور حقیقت اور افسانے کے درمیان حائل اس دیوار کو پار کر کے قرۃ العین کے الفاظ میں کہہ سکتی کہ ”ہاں میں ضرور آگے جاؤں گی اور دیکھوں گی وہاں کیا ہے، وہاں جہاں تاریکی روشنی ہے، غلطیاں صحیح ثابت ہوتی ہیں اور زندگی خواب اندر خواب ہے ایسے خواب جنہیں میں چھونا چاہتی ہوں۔“

اور کیا آپ یقین کریں گے کہ اس دفعہ چاندرات کو مومنتی کی روشنی میں (کیونکہ گاؤں کی بجلی خبرنامے کے بعد چلی گئی تھی) کیجو (میری نیم دوست اور نیم خادم) کے ساتھ اپنے کمرے میں خاموشی سے اپنے ہاتھ پر مہندی کے پھول بناتے ہوئے میں نے آپ کے بارے میں بے شمار باتیں سوچیں جو آپ کبھی بھی نہ جان سکیں گے (مہندی مجھے پسند نہیں ہے خاص طور پر اس کی خوبیوں کی کچھ نقش و نگار بنانے کے شوق اور کچھ امی کی خواہش کی خاطر لگائی تھی۔ اب پچھتار ہی ہوں اترتی ہی نہیں) پھر صحیح سوریے سے کچھ پہلے ایک دم آنکھ کھلی تو پتہ چلا اس خواب سے جاگی ہوں جس میں آپ بھی تھے اور سرد یوں کا موسم تھا، آپ گرم کپڑوں میں تھے۔ بڑا افسوس ہوا جانے کا اور خواب ٹوٹنے کا۔ فوراً ہی دوبارہ سونے کی کوشش کی اور جب صحیح کو جاگی تو خشک مہندی ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے یقین کیا کہ صحیح صادق کے وقت آنے والے خواب کبھی صحیح نہیں ہوتے، لوگ غلط کہتے ہیں کہ اس وقت پچھے خواب آتے ہیں۔ میں نے اپنی ڈاڑھی کا مرکزی حصہ دل ہی دل میں آپ کے نام کیا ہوا ہے اور خالی چھوڑا ہوا ہے جب کبھی بھی میرے ذہن میں آپ سے متعلق کوئی خوبصورت بات جنم لیتی ہے میں اس میں لکھ دیتی ہوں بغیر کسی نام یا حوالے کے۔ تو میں نے آپ کا یہ خط پڑھنے کے بعد اس میں لکھا ”اس کا احساس اس کا خیال یقین دلاتا ہے کہ آپ کچھ بھی نہیں ہیں اور وہ سب کچھ ہے۔ وہ سب

ضیاء الحق کو دربار پر بلانا حسینیت نہیں یزیدیت کا ساتھ دینا ہے۔

اور مجھے یقین ہے کہ بابا مجھ سے ناراض ہی ہوں گے کیونکہ ایک تو میں ان سے کوئی سفارش کرانے کا ارادہ نہیں رکھتی اور پھر وہ مجھ سے اپنی سوانح حیات لکھوانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ صدیوں پرانے ہمارے اجداد کے شجرے اور حالات و واقعات کی بوسیدہ تحریریں مجھے بھجوائی ہیں۔

اور پرسوں میں نے موت سے بہت خوف محسوس کیا۔ تمام رات میں سو نہیں سکی۔ ہوا یہ کہ گاؤں کی ایک لڑکی جو قریبًا میری سہیلی تھی اور بہت زندہ دل، ہر وقت ہنسنے ہنسانے والی خوش باش شوخ لڑکی تھی اچانک مر گئی کوئی رُگ پھنسنے سے تو میں اپنے خاندان کے علاوہ گاؤں میں بہت کم باہر نہیں جاتی ہوں مگر اس کی موت پر گئی۔ اس کا چہرہ مر کر بھی اتنا شگفتہ تھا جیسے ہنسنے ہنسنے سو گئی ہوا اور انہوں نے اسے دہن بنا کر لٹایا ہوا تھا تمام ہزارات اور سرخ زر تار دوپٹہ اوڑا کر۔ میں نے اتنا عجیب خوف، اتنا عجیب احساس محسوس کیا، اتنی عجیب بے بسی محسوس کی کہ میں لکھنی ہی دیرا اس کے سرہانے بالکل قریب کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ میں نے چاہا کہ میرا کوئی آنسو بھئے کیونکہ سب کے بہہ رہے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ مجھے یاد نہیں کہ کون کون عورتیں میرے پاس آ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرتی رہیں۔ میرا ہاتھ اٹھا کر چوتھی رہیں اور کیا کیا کہتی رہیں۔ جب میں وہاں سے آگئی تو مجھے میرے ساتھ جانے والی لڑکی ستارہ نے بتایا کہ بی بی جان آپ کبھی کہیں نہیں جاتیں نہ میت پر تو سب عورتیں اتنی حیران ہو گئی تھیں آپ کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھیں آپ کو دیکھنے کے لیے اور آپ کے پاس آ کر آپ کی خیریت پوچھتی رہیں، پیار دیتی رہیں مگر آپ کسی کی بات کا جواب ہی نہیں دے رہی تھیں۔ کسی کو دیکھ ہی نہیں رہی تھیں۔ ساری رات بھی مجھے اسی کا خیال رہا اور میں سوچتی رہی کہ وہ کیسے اسی انداز میں قبر میں لیٹی ہو گئی وہی اس کی بھوؤں کا زاویہ ہو گا۔ وہی اس کی خوبصورت ناک ہو گی۔ اتنی پریشان رہی میں رات بھر۔

اور کل میں نے ملکہ فرح کی خود نوشت ایک اخبار میں پڑھی اور ملکہ کا ایک جملہ بالکل اپنالگا کہ ”مجھے اپنی زندگی کے لیے ایسا شخص پسند نہیں تھا جو میرا غلام

بن کر رہ جائے بلکہ میں چاہتی تھی کہ کوئی مجھے کنیز بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔“  
اور دیکھیں میں کل شام کو روزہ کھولنے کے بعد بابا کے پاس گئی تھی  
در بار پر۔ بہت مزہ آیا۔ بابا نے مجھے کئی چھوٹے موٹے تخفے دیئے میرا پسندیدہ  
ایرانی قہوہ بھی پلوایا (ان کے خصوصی خادم کا بنایا ہوا۔ باقی سب تو ملگ نما خادم ہیں  
جو دربار پر پھرتے رہتے ہیں)۔

میں نے مومن گیوں کی روشنی میں بابا کے بہت سے کام کیے (کیونکہ بھل  
گئی ہوئی تھی ورنہ دربار تو اب بقیہ نور بنارہتا ہے)۔ پھر میں نے بابا کے خصوصی  
باتھروم میں جا کر حسب عادت ان کے تمام قیمتی صابنوں سے باری باری منہ ہاتھ  
اور پیر و ہوئے۔ ہر کلوں ٹیسٹ کر کے دیکھا پھر خادم کو ساتھ لے کر (کیونکہ ملنگوں  
سے مجھے استاذ رکلتا ہے) گھر چل گئی۔

”نتالیہ“

### تسلیمات!

جب میں کراچی گئی تھی تو ساتھ پڑھنے کے لیے ”رُودین“ لے گئی تھی۔  
دوبارہ پڑھنے کے لیے۔ اسے دوبارہ پڑھتی رہی تو آپ زیادہ زیادہ رُودین محسوس  
ہوتے رہے۔ بالکل آپ جیسا مزارج اور با تین تھیں رُودین کی۔ رُودین نے نتالیہ کو  
صرف ایک خط لکھا تھا ایک دفعہ اور وہ حیرت انگیز طور پر آپ کے خطوط کی طرح تھا  
مثلاً اُس خط کے آخر میں رُودین لکھتا ہے کہ ”میں تمہارے لیے مکمل سرست کا  
خواہشمند ہوں۔ خدا حافظ۔“ کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کرنا۔ مجھے امید ہے کہ تم پھر میرا  
ذکر سنوگی۔“ اس خط کے بعد رُودین چلا گیا تھا۔ بالکل آپ کی طرح وہ نتالیہ سے  
باتیں کرتا تھا۔ کبھی وہ نتالیہ سے کہتا تھا کہ ”بعض تاریے ہوتے ہیں جنہیں میں  
بالکل نہیں چھوتا۔ میرا دل..... کے یہ جانے کی ضرورت ہے کہ اس پر کیا کچھ گزر چکا  
ہے۔ سب لوگوں کے سامنے معاనے کے لیے اس کی نمائش کرنا مجھے ہمیشہ کسی  
مقدس چیز کی توہین کی طرح لگتا ہے..... لیکن تم میرے اعتماد کو دعوت دیتی ہو۔  
تمہارے ساتھ میں صاف گوئی سے کام لے سکتا ہوں۔ میں تم سے نہیں چھپا سکتا

کہ..... اور میرا دل رنج و مسرت دونوں کی فراوانی سے آشنا ہو چکا ہے۔ ”ایک دفعہ وہ محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ”میری امیدوں“ میرے خوابوں اور میری ذاتی مسرت میں کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ محبت.... میرے لیے نہیں ہے.... میں اس کے قابل نہیں ہوں.... میں بوڑھا ہو چکا ہوں (جس طرح آپ نے لکھا تھا اپنے لیے) میں کسی کو اپنے عشق میں دیوانہ کیسے بناسکتا ہوں۔ خدا کرے کہ میں خود ہی دیوانہ ہونے سے بچا رہوں۔“

میں آپ کو مکمل طور پر بھول جانے کی فکر میں تھی۔ اگر چہ ایسا ہو نہیں سکا۔  
”متالیہ“

### تسلیمات!

آپ نے لکھا ہے کہ ”تم نہیں جانتیں کہ میں کتنا الجھا ہوا سا شخص ہوں“، واقعی میں نہیں جانتی مگر یہ بات ضرور جانتی ہوں.... کہ ہمیشہ سے سوچتی تھی کہ میری تمام تر چاہت اور ہر چیز کا حق دار جو کوئی بھی ہو گا.... وہ بہت الگ سا الجھا سا شخص ہو گا۔ عام انسانوں کے ہجوم میں منفرد اور مختلف اور مجھ سے کئی سال بڑا.... اور ہر لمحاظ سے اتنا بڑا مکمل اور ہمہ گیر کہ اس کے آگے اپنا آپ بالکل بچے لگے....

دھوپ بڑی چمکیلی اور خوشگوار ہے اور کھیتوں پر اتنی آسودگی اور سکون و محبت سے بچھی ہوئی ہے۔ مویشی بے فکری سے چر رہے ہیں۔ عورتیں اتنی خواہش اور مزے سے بزر کھیتوں میں رسول کا ساگ توڑ رہی ہیں۔ جنگلی جھاڑیوں کے بیرون اتنے ہی سرخ شیریں اور لذیذ ہیں اور میری نرمی سہیلیاں اور ننھے دوست اپنے ہاتھوں کو کانٹوں سے زخمی کر کے اتنے پیار اور شوق سے یہ بیرون میرے لیے چن کر لار ہے ہیں۔ ہمیشہ کے سرما کی طرح اس دفعہ بھی غریب اور پر خلوص سادہ محنت کش بوڑھیاں میرے لیے نشاستہ تبلی، موگنگ پھلیاں دعاوں کے ساتھ لے کر آ رہی ہیں۔ میری سہیلیاں اتنی خوش مزاج اور مہربان ہیں۔ اور یقول قرۃ العین ”زندگی کا طسم اتنا مکمل ہے“، پھر بھلا میں کیوں اواس ہوں۔ ان پیاری حقیقوں کو فراموش کر کے محض ایک خواب، ایک خیال کے لیے دکھی ہوں۔

آپ کا خیال تو اتنے خواب دکھاتا ہے کہ بتانے لگوں تو خط بھی ختم نہ ہو.... اس شب کی صبح بھی میں نے ایک خواب دیکھا تھا اس صبح پچھے تورات بھر کی اذیت بے چینی اور ایک مختصر اور بے چین غیند کی وجہ سے اور پچھے دربار پر سونے کی وجہ سے میں صبح کو جلدی جاگ گئی تھی بلکہ شاید سوئی ہی نہ تھی۔ فجر کی نماز کے بعد (اور اس دوران بھی بے اختیار روئی رہی تھی) میں بابا کی ایک گرم چادر پیٹ کر باہر نکل آئی تھی اور صبح کے ہلکے ہلکے اجائے میں باہر ساری چار دیواری کے اندر پھرتی رہی تھی۔ اکیلی اور خاموش۔ فاتحہ پڑھتی رہی تھی اور یقین کریں کہ اس پچھے اجائے کچھ اندر ہیرے کے پر اسرار سے وقت میں سب کچھ اتنا عجیب پر سحر اور پر اسرار لگ رہا تھا۔ درخت بام و در راستے امام بارگاہ کے "علم" اور نشانیاں اور اپنے بزرگوں کی بلند و بالا سفید قبریں، یقین کریں ایسا لگ رہا تھا خود کو جیسے کہ میں بھی کوئی روح یا کوئی آسمانی یا غیر انسانی شے ہوں؛ انسانوں میں سے نہیں ہوں.... مگر آپ کا خیال تب بھی ہمراہ تھا۔ میں نے سوچا تھا ایک انوکھا خواب دیکھا تھا کہ جیسے میں ہمیشہ دربار پر رہتی ہوں، ہر روز صبح اسی وقت اسی طرح گھومتی ہوں.... یہاں تک کہ ایک دن اس دھنڈے پر اسرار اجائے میں اچانک کسی درخت کے پیچھے سے نکل کر آپ میرے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں اور میں بڑے اطمینان سے کہتی ہوں تو تم آخر آہی گئے۔ میں تمہاری منتظر تھی اور مجھے معلوم تھا کہ تم ایک دن یہاں ضرور آؤ گے۔ کسی نہ کسی دن یہ راستے تمہیں یہاں لے آئیں گے، میرے پاس لے آئیں گے کیونکہ یہاں اتنی اچھائی ہے، اتنی سچائی ہے، اتنا حسن اور اتنی پاکیزگی ہے، اتنا سکون اور محبت ہے، اتنے خواب ہیں.... اور صرف تم ان سب چیزوں کے اہل ہو.... ان کے امین ہو۔ یہ سب صرف تمہارے لیے تخلیق ہوئی ہیں یہ الہی اچھائیاں اور حسن اور مسرتیں اور اسی لیے مجھے یقین تھا کہ تم کبھی نہ کبھی اس جگہ ضرور آؤ گے اور پتہ نہیں کتنی دیر میں اس خواب میں کھوئی رہتی کہ بابا کے خاص خادم (جنت میں پیشیطان) نے مجھے پھرتے دیکھ لیا تھا۔

"نتایی"

## تسلیمات!

امید ہے کہ اب تک آپ کا زکام دور ہو چکا ہوگا۔ یہ ہوتا ہی بہت بد مزہ شے ہے۔ اس سے تو بہتر لگتا ہے کہ آدمی کو سیدھا سیدھا بخارتی ہو جائے اور وہ کم از کم لیٹ کر ہی سکون محسوس کر سکے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک مجھے خط لکھنا ایک غیر سنجیدہ کام ہے کیونکہ کوئی سنجیدہ کام زکام میں نہیں کیا جاسکتا (یہی تحریر کیا ہے نا آپ نے) ظاہر ہے آپ کے لیے یہ کام سنجیدہ ہو بھی نہیں سکتا کہ زودین کے لیے بس اپنی دانشوری اور علم و ادب کی محفلوں، انقلابی مباحثوں و مراسلوں میں لگارہنا، ہی سنجیدہ کام تھے اور نتالیہ بیچاری جو اکثر گرم خوبصورت شبنمی صبحیں، شبنم آلو دگھاس پر نگے پاؤں چلتے ہوئے اور اکثر لنشیں شامیں کسی درخت کے نیچے خاموش بیٹھے غروب آفتاب دیکھتے ہوئے اس خیال اور امید میں گزار دیتی تھی کہ ابھی زودین برآمد ہوگا اور اس سے وہی اپنی پُر سحر و پُر وقار گفتگو کرے گا ساتھ ساتھ ٹھہلتے ہوئے (جیسے کہ وہ کبھی کبھی کرتا تھا) تو زودین صاحب کے لیے نتالیہ کا یہ انتظار اور امید بالکل غیر سنجیدہ اور بچگانہ تھا۔ میں نے اتنی بے شمار نادلیں پڑھی ہیں مگر یہ زودین پتہ نہیں پڑھی کیوں تھی اور اگر پڑھی تھی تو پھر الیوان ترکیف نے یہ کردار جیسے صرف آپ کے لیے ہی کیوں تحریر کیا تھا۔

اس خط میں بھی آپ نے میری ناول کے متعلق پوچھا ہے تو میں اسے دوبارہ لکھ تورہی ہوں، کبھی زندہ دلی سے کبھی مردہ دلی سے۔ اب آپ کا خط پڑھا تو پھر شوق ہوا کہ اس پر قیزی اور باقاعدگی سے کام کروں اور ختم کر دوں انجام چاہے جو کچھ بھی ہو۔ اس کے ماحول کے لیے یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے بھی تحریر کیا تھا کہ ناول ایک وسیع کینوس ہے اس میں ہم کئی لوگوں، معاشرتوں اور ماحولوں (ماحول سے) کا ذکر کر سکتے ہیں تو میری ناول میں رومی ماحول کا تذکرہ ہے مگر مرکزی طور پر نہیں۔ یوں سمجھئے اس میں کافونٹ کے ماحول کا بھی تذکرہ ہے خاص طور پر وہ مقدس، شفیق، باوقار اور سنجیدہ سنجیدہ فادرز اور مدرز (Nuns) جو مجھے بہت گہرے طور پر اب بھی یاد ہیں اور حضرت عیسیٰ و حضرت مریم کے مجسموں اور چرچ اور خوبصورت گہرے پُر سکون خوبصورت اگوشوں کی خاموش ٹھہنڈک اور چرچ

کے کپاونڈ سے چکوڑے اور لوکاٹ چرانے جیسی حرکتیں اور پھر کانونٹ کی وہ میری کچھ کلاس فیلوز جو کامن روم کو غیر ملکی سگریٹوں کے معطر دھوئیں سے بالکل بھردیتی تھیں۔ گھنٹوں تاش کھیلتی رہتی تھیں۔ کتابوں میں مغربی فن کاروں کی بے ہودہ تصاویر رکھتی تھیں۔ میں ان کے گروپ میں نہیں تھی اور ہمیشہ ان سے بچتی اور گھبراتی بلکہ یوں کہیے ڈرتی تھی (تب میں ایف۔ اے کر رہی تھی مگر سخت احمد ہوا کرتی تھی) مگر اس کے باوجود وہ مجھے پسند کرتی تھیں شاید اس لیے کہ میں ان کے نزدیک کوئی بہت افسانوی اور تاریخی سی شے ہوا کرتی تھی بقول ان کے اتنی ہارت ڈینگ حد تک مگر اس کے باوجود اتنی Innocent اور کیوٹ Simple اور پتہ Pretty نہیں کیا کیا۔ وہ مجھے کہتی رہتی تھیں مجھے تب بُرا لگتا تھا اور اب یاد ہا تھا ہے تو اچھا لگتا ہے کہ انہوں نے میرے کیا کیا نام رکھے ہوئے تھے۔ کوئی سنڈر یلا کہتی تھی، کوئی میڈونا (حالانکہ مجھے آج تک معلوم نہیں کہ میڈونا کون تھی) کبھی Sleeping Beauty کہہ کر پریشان کر دیتی تھیں اور کبھی ڈپل اور پتہ نہیں کیا کیا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ اتنی فضول فضول باتیں کیا کرتی تھیں کہ اکثر میں بالکل روئے والی ہو جاتی تھی۔ تب وہ سمجھیدہ ہو جاتی تھیں اور مجھے بہت پیار اور خلوص سے سمجھانے لگتی تھیں کہ ہم تو تمہیں یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ تم بہت پیاری سی لڑکی ہو مگر بہت سادہ ہو تم اور تمہیں اپنا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔

آپ ڈل کلاس سے ہیں تو یہ اچھی بات ہے۔ میں نے عزیز احمد کی ایک کتاب میں ایک یادگار بات پڑھی تھی کہ صرف ڈل کلاس کی خواتین ہوتی ہیں جو حیا اور مخصوصیت رکھتی ہیں اور ان کا تحفظ کرتی ہیں۔ پنجی کلاس تحفظ کی استطاعت نہیں رکھتی اور اپر کلاس بے تحفظ کی استطاعت رکھتی ہے تو اس بات کی وجہ سے مجھے ڈل کلاس پسند ہے حالانکہ کبھی کبھی یوں بھی لگتا ہے کہ جیسے میں اپنی کلاس اور اپنے ماحدوں میں سخت ان فٹ ہوں اور ڈل کلاس کے مرد بھی غالباً بہت باوفا شوہر ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی ایسے ہی ہیں۔

میں سوچتی ہوں کہ ہماری بہن بھائیوں کی فیملی میں اب جس پہلی بچی کا اضافہ جب بھی ہو گا میں خاندانی نام کے ساتھ ساتھ اس کا ایک اپنی پسند کا زادی نام

بھی رکھوں گی مثلاً تانیہ نطا شہ وغیرہ لیکن نتالیہ ہرگز نہیں رکھوں گی کیونکہ میں نہیں چاہوں گی کہ وہ بھی زندگی میں ایک زودیں سے محروم رہے اور محض کسی لینڈ لارڈ کی بیوی بن کر رہ جائے۔

آپ نے تو مذاق بنالیا۔ ویسے ایک دفعہ اس بندوق نے واقعی میرا بڑا مذاق بنوایا تھا جب میں نے نئی نئی سیکھی تھی چلانا تو ایک شام جبکہ گھر میں کچھ مہماں بھی تھے ناصر بھی (اگرچہ تب ہماری ملکنی نہیں ہوئی تھی ابھی لیکن میرا خیال ہے کہ ناصر کے دل میں جب بھی کچھ غلط خیالات تھے) اور سوان بھی تب ابھی ما سکونہ گیا تھا جانے کو تھا تو اس نے چاہا کہ میں ذرا سب کو اپنی نشانہ بازی کی ٹریننگ دکھاؤں اور کچے صحن میں شہتوت پڑھی بہد کو نشانہ بناؤں تو میں نے ایسا کیا (ناصر اور سوان اُسی وقت شکار سے واپس آئے تھے) اور درخت سے کوئی چیز گری بھی۔ میں بے حد فخر سے اور خوشی سے بھاگی اپنا شکار دیکھنے لیکن وہ تو محض ایک کپڑے کی گیند تھی کسی بچے کی اور بہد بہ صاف اڑ گیا تھا۔ سب کاہنے تھے ہنستے رہا حال ہو گیا اور والد صاحب جو اتنا کم ہنستے ہیں وہ بھی بہت ہنے۔

دیکھئے میں اس ماحول میں شاعرہ بنتا بالکل نہیں چاہتی (اگرچہ خوابوں میں اپنے آپ کو کشمیر کی حبہ خاتون اور یونان کی سیفو سے کچھ کم نہیں سمجھتی) صرف ایک ناول لکھنا چاہتی ہوں۔ ہر دفعہ اس قدر طویل خط لکھنے پر شرمندہ ہو جاتی ہوں اور با تین ختم ہی نہیں ہوتیں پتہ نہیں آپ کیا سوچتے ہوں گے۔

”نتالیہ“

## تسلیمات!

عین اس وقت کہ جب لاہور جانا تھا اتنا سخت فلو ہو گیا مجھے۔ سخت نزلہ زکام، گلا خراب اور بخار۔ غالباً ایسا باجی کی کزن کی شادی کے دوران مسلسل چاول کھانے، بر فیلے پانی پینے اور پھر گلا چھاڑ چھاڑ کر Cheap ترین پنجابی فلمی گیت ڈھولک پر گانے سے ہوا (اور ہمارے خاندان کی فرسودہ روحوں یعنی بوڑھیوں کے خیال میں میرا اس طرح ع دے چھڈ میری بینی نہ مردڑ... گانا بھی اعلیٰ تعلیم کا ایک

نتیجہ ہے) گویا ان کے خیال میں یہ کوئی انگریزی گیت ہے اور حیرت سے منہ پھاڑے وہ میری صورت دیکھتی رہتی ہیں ان کے علاوہ گاؤں کی کچھ اور بوڑھیاں بھی جو یچاری یہ سمجھتی ہیں کہ ایک سیدزادی اور پیرزادی کو بس میلاد تشریف میں نعمتیں اور سلام ہی پڑھنا زیباء ہے۔

ابھی ”اینا کرنینا“ دیکھنی ہے۔ ویسے یہ رات کے پروگرام دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے مکمل تہائی اور خامشی اور کوئی بھی انہیں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہر چیز ایک خواب اور خیال ہے نہ آپ کی کوئی حقیقت اور حقیقی وجود ہے نہ میرا اور ہم کوئی کردار ہیں کسی کتاب کے۔ آپ کو لکھتے ہوئے بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ جیسے میں نہیں بلکہ میرا تخلیق کردہ کوئی کردار سوچ رہا ہے لکھ رہا ہے اور سب کچھ خواب و خیال ہے آپ بھی صرف ایک کتابی تخلیق ہیں۔ حقیقتیں اتنی خوبصورت کب ہوتی ہیں بھلا بالکل خوابوں جیسی۔

پچھلے دنوں ایک مجلس پر میری ایک شہر کی دوست آئی تو کہنے لگی میں نے بہت مزیدار چینی کھانے پکانے کا کورس کیا ہے تم آؤ کسی دن تو کھلاؤں بھی اور سکھاؤں بھی۔ مجھے ایک دم یاد آیا کہ آپ نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ آپ کو چینی کھانے بہت پسند ہیں۔ بہت خوش ہو کر کہا کہ ضرور آؤں گی۔ پھر بعد میں سوچا کہ کیا فائدہ ہو گا اس سے کار آمد ہو گا کہ اپنی کئی کمزز کی طرح تندور میں روٹیاں لگانا سیکھ لوں بغیر ہاتھ جلانے۔

آپ کو تو روی زبان یقیناً کچھ نہ کچھ نہ آتی ہی ہو گی میں نے بھی سوان سے کچھ کچھ سیکھی ہے۔ اسے تو اتنی عادت ہے رشین بولنے کی کہ جب آیا تھا تو پہلے دو چار روز اکثر اس کی زبان سے کوئی نہ کوئی جملہ اور الفاظ روی میں نکل جاتے با توں کے دوران۔ میں نے بھی سیکھا ہے کہ دودھ کو ملا کو کہتے ہیں۔ آموں کو دو بنے ریپکھ کو مشکا اور ہاں اور نہیں کے لیے دا اور نیت وغیرہ۔

سوان گز شستہ ماہ کی 17 کو آیا تھا اور اس ماہ کی 28 کو چلا جائے گا۔ یہ تین سال باہر رہ کر وہ اب پہلے جیسا لا ابیالی اور ضدی سالڑ کا نہیں رہا ہے بلکہ ایک سببیدہ سا ذمہ دار سا باشур مرد لگتا ہے۔ صحت اور وزن بھی ماشاء اللہ پہلے سے زیادہ

ہے اور اس قدر بڑے بڑے بال (جو والد صاحب نے تیرے دن ہی مختصر کر دیئے) اور موچھیں۔ فیض صاحب کے لیے کہہ رہا تھا کہ ان دونوں ہوٹل رو سیا میں ہوتے ہیں اور پنجابی شاعری کرتے ہیں۔ ہم لوگ اکثر ملنے جاتے ہیں اور فیض صاحب گھونٹ گھونٹ واڈا کے ساتھ اپنے اشعار سناتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور غالباً ایک مشہور صحافی عبد اللہ ملک کی باتیں کر رہا تھا کہ بیوی کی موت کی خبر پر وہ بچوں کی طرح روتے تھے اور ہم لوگ 8 تاریخ کو انہیں ایئر پورٹ پر چھوڑنے آئے تھے پاکستان کے لیے۔

دیسے مرد خواہ کتنے ہی آزاد اور ترقی پسند کیوں نہ ہو جائیں اپنے گھر کی خواتین کے لیے وہ رجعت پسند یا قدامت پسند (شايد یہی رجعت پسند کا مطلب ہے) ہی رہتے ہیں ہمیشہ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی ایسے ہی ہوں گے اور شاید ایسا ہونا بھی چاہیے۔ ایک دن میں نے کسی بات پر سوان سے کہا کہ کاش میں بھی کبھی ما سکو میں یونیورسٹی میں پڑھنے جاسکتی جرنلزم یا کچھ اور۔ تو وہ کافی لڑکوں کے حالات لگانے لگا اور کہنے لگا توبہ کروہاں کا ماحول اور پاکستانی لڑکوں کے حالات ایسے ہیں کہ میں یہ کبھی گوار انہیں کروں گا کہ تم تو کیا میرے خاندان کی کوئی بھی لڑکی وہاں پڑھنے جائے۔

”نتالیہ“

### تسلیمات!

آپ نے اسے حماقت کہا اور شاید درست کہا لیکن اس کا کوئی علاج نہیں کہ میں آپ کو آئیڈیل بنانا نہیں چاہتی بلکہ بنا چکی ہوں شاید۔ وہ سب کچھ جو مجھے پسند ہے جس کے بہت خوبصورت خواب میں نے ہمیشہ سے دیکھے ہیں۔ وہ سب کچھ مجھے آپ کے خطوط سے آہستہ آہستہ پتہ چلا کہ آپ میں ہے۔ آپ کی طرح میرے لیے بھی یہ بہت خوبصورت اور حیرتناک سرت کی بات ہے کہ جچج کوئی ایسا ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم نے سوچا تھا لیکن مجھے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ حقیقت اور آئیڈیلیز بالکل الگ چیزیں ہیں۔ آپ آئیڈیلیز کو دل میں چھپا کر رکھ

سکتے ہیں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتے یا انہیں ساتھ نہیں رکھ سکتے اس لیے میں صرف یہ سوچتی ہوں کہ میں آپ کو کبھی بھی بھول نہیں سکوں گی۔ ملک سے باہر چلی جاؤں تب بھی نہیں۔ آپ کو کوئی خط نہ لکھوں تب بھی نہیں۔ آپ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے یہ مجھے بالکل یقین و اعتماد ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ تاریک قید خانوں میں بھی رہیں لیکن روشنی دھوپ اور حرم چاندنی کا تصور بھول نہیں سکتے۔

میری امی اور پھوپھیاں اکثر ناراض ہوتی رہتی ہیں کہ تم نہا کرا اور بال کھول کر درختوں کے نیچے اور چھپت پرنگے سر نہ پھرا کرو (ہماری چھتوں کی دیواریں کافی اونچی ہیں یعنی منڈریں) جن غالباً عاشق ہو جائیں گے تو مجھے نہیں آ جاتی ہے اور زیادہ زیادہ پھرتی ہوں۔ ایک مرتبہ تو میں نے چھوٹی پھوپھو سے کہا (وہ دوستوں کی طرح ہیں میرے ساتھ) کہ کاش مجھے پتا ہو جن کس وقت اور کس درخت پر ملتے ہیں تاکہ میں پھر خوب بالوں میں پھول وغیرہ سجا کر وہاں پھر دوں تو وہ بالکل کاٹ پ گئیں اور کہنے لگیں تو بہ کرو دیے یوں ہی احتیاطاً تمہیں روکا جاتا ہے ورنہ سیدزادیوں پر تو جن آہی نہیں سکتے، دور بھاگتے ہیں تو میں نے اس قدر افرادگی سے کہا (کہ انہیں بھی نہیں آگئی) کہ ہائے کیا یہ کی خبر سنادی آپ نے میں نے تو یہ بال روزاندہ اور شہد سے دھو دھو کر اس لیے اتنے لمبے اور خوبصورت کیے تھے کہ کسی دن ضرور کوئی معمولی جن نہیں کوئی شاہ جنات قسم کی شے انہیں دیکھے گی اور مر مٹے گی اور آپ نے سنادیا کہ سیدزادیوں پر جن مرتے ہی نہیں۔

جناب اگر میں اپنے والد صاحب کو بتا دوں کہ میں کسی کو خط لکھتی ہوں اور کوئی مجھے لکھتا ہے (چاہے ان خطوں میں ہم احادیث اور عبادات پر ہی بات کیوں نہ کرتے ہوں) تو وہ مجھے قتل کر دیں۔

”نمازیہ“

### تسلیمات!

آپ کو خط لکھنا بھی میرے لیے کوئی کافرانہ بات بن گئی ہے کہ گزشتہ خط کے بعد یہ کوئی چھٹا یا ساتواں خط ہے جو آپ کو لکھ رہی ہوں لیکن میں دل سے سخت

ناراض و نالاں تھی اس لیے ہر بار خط لکھتی اور پھر پھاڑ دیتی تھی کہ آپ کا خط آگیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اب جو خط لکھوں گی پھاڑنے کے لیے نہیں ہو گا۔

بے حد شکریہ آپ نے مجھے "میڈونا" کے بارے میں بتایا اور آپ ہی تھے صرف جو بتا بھی سکتے تھے (مولانا زودین جو ہونے) ورنہ میں ساری زندگی یہ سمجھتی رہتی کہ میڈونا و نیس کی طرح کوئی یونانی یا رومن دیوی ہو گی ذرا خوبصورت سی۔ دیے وہی قرۃ العین حیدروالی بات کہ میری زندگی میں کبھی کوئی ایسی محفل یا ماحول نہیں آئے گا جہاں مجھے میڈونا کا مطلب نہ جانے پر اپنی جاہلیت پر شرمندہ ہونا پڑتا یا اپنی علمیت کا اظہار کرنا پڑتا۔ جس طرح آپ نے رائفل کی میڈونا اور رائفل انجلو کی میڈونا بتایا تو مجھے یاد آیا کہ میری وہ ساتھی مجھے ہمیشہ "ہماری میڈونا" کہا کرتی تھیں۔

یہ تو ایک طے شدہ بات ہے کہ آپ ایک محترم اور آئینہ میں انسان ہیں جب کہ میں خود پتہ نہیں کیسی ہوں، کیا ہوں (اب اپنے آپ کو بُرا تو آپ کے خوف سے نہیں لکھتی) آپ نے مجھے اس قدر خوبصورت اور باوقار خطوط لکھے ہیں ہمیشہ۔ اتنے پیارے بالکل اچھی کتابوں کے اچھے لوگوں جیسے خطوط۔ ایک آئینہ میں انسان کے آئینہ میں خطوط کہ جن کے بارے میں میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی حقیقت میں مجھے ایسے الفاظ، جملے، خیالات اور دوسری تمام باتیں پڑھنے کو ملیں گی جو کسی کتابی یا فرضی کردار کی نہیں بلکہ کسی حقیقی انسان کی باتیں اور خطوط ہوں گے اور ہوں گے بھی میرے نام (بالکل کسی خواب کی بات ہو جیسے) شاید میں بہت آئینہ میں تیخیلاتی ہوں کہ مجھے یہ خوبصورت خیال اسی وقت آ رہا ہے کہ شاید اقبال نے عطیہ فیضی کو بھی ایسے ہی خطوط لکھے ہوں گے ایسے ہی پیارے باوقار اور منفرد۔ آپ اقبال ضرور ہیں لیکن مجھے کہنے دیں کہ میں عطیہ ہرگز نہیں ہوں کیونکہ عطیہ بیگم نے مجھے یقین ہے کہ اقبال کو اس طرح فضول باتوں اور خودنمائی سے بھرے خط ہرگز نہ لکھے ہوں گے۔

بے حد سرست و فخر کا مقام ہے کہ ۷ دین صاحب نتایہ کی بے حد

تعظیم کرتے ہیں اور اُس کی تحریر و دانش اور خیالات کی قدر کرتے ہیں لیکن اگر وہ ایک پھٹپھٹ سے عرب شیخ بھی نہیں ہیں اور حرم وغیرہ نہیں رکھتے تو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نتالیہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اُسے ختم تو کیا جاسکتا ہے لیکن یہ کسی قیمت پر بھی قبول نہیں کیا جاسکتا کہ اُس پر کسی غیر سید تو کیا غیر رومی کا سایہ تک بھی پڑے اس لیے نتالیہ اپنے آپ کو ختم کرنے کی بات تو سوچ سکتی ہے لیکن یہ تو خواب بھی نہیں دیکھ سکتی کہ اُسے زودین کے پاس بھیجا جاسکتا ہے اس لیے اُس نے اس بارے میں کبھی سوچا تک نہیں کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کیا ہو سکتا ہے؟

سو ان کے کمرے میں لینن کی فریم شدہ تصویر ہے۔ دیوار پر، مینٹل پیس پر رُوی ڈیکوریشن پیسز ہیں۔ میز پر رُوی ٹیبل لیمپ ہے اور الماری میں مارکس اینگلز، لینن اور ماڈ کی کتابیں ہیں اور بے شمار دوسرا۔ اسی موضوع پر اردو انگلش کتابیں جیسے ”موی سے مارکس تک“ اور رُوی اور بلغاری ادب و رسائل وغیرہ اور ان ہی کتابوں کی وجہ سے میں چی گویرا اور حسن ناصر اور حبیب جالب جیسے لوگوں کو جانتی ہوں (جالب کی کتاب ”سرمقتل“ بھی ان کتابوں میں ہے) لینن کا ایک بہت خوبصورت سفید چینی کا مجسمہ بھی ہے کتاب پڑھتا ہوا۔

دربار پر کل مجلس تھی اور اب بابا جلد ہی سامانِ سفر باندھ رہے ہیں سندھ اور بلوچستان کے ایک طویل دورے کے لیے۔ سیہون شریف، حیدر آباد، ٹھٹھہ، اوستہ محمد، کوئٹہ ملتان پتہ نہیں کہاں عبادتیں ریاضتیں کریں گے یا چلے اور وظیفے پڑھیں گے۔ اس دوران بابا کے بھائی دربار پر رہیں گے۔ اپنے عزیز ہیں مگرچ بہت غلط آدمی ہیں بالکل بابا کے برعکس۔ اکثر کسی سے سینٹ، کسی سے گھنی لے کر بابا کو بدنام کر دیتے ہیں اور کریکٹر کے لحاظ سے بھی یہ ہے کہ اگر سادات رومی نہ ہوتے تو لوگ کھلم کھلا ان کو بد کردار کہتے۔ ان کے بیٹے بھی ایسے ہی ہیں۔ پورے لوفر، میرک تک بھی نہیں کر سکے ہیں۔

”نتالیہ“

## تليمات!

پچھلے دنوں میں نے آپ کو زور دین کے بعد ایک اور نام دے ڈالا۔  
ورڑ زور تھا مجھے بے تحاشہ طور پر پسند ہے اور اب ایک دم احساس ہوا کہ ”تم تو  
ورڑ زور تھا بھی ہو“، اسی طرح سوچنے لکھنے اور متاثر کرنے والے پسند آنے والے۔  
کبھی مجھے آپ اقبال کی طرح لگتے ہیں۔ عطیہ فیضی والے اور مجھے سمجھنہیں آتا آپ  
کو کیا کیا نام دوں۔ کیا آپ کے ذہن میں بھی کبھی کوئی نام آیا میرے لیے! وہ نتایجہ  
کا نام تو میں نے خود ہی اپنے آپ کو دے ڈالا ہے غالباً زور دین کے حوالے سے۔  
یہ تو ایک بے تعبیر خواب ہے کہ میں آپ کے ساتھ کسی خاموش پُر سکون  
ٹھنڈے نیم روشن ماحول میں بیٹھ کر چینی کھانا کھا سکوں (میرا خیال ہے کہ کھائیں  
صرف آپ میں تو کسی سحر زدہ ماحول کی طرح آپ کو دیکھتی رہوں سنتی رہوں.... اور  
کیا پتہ آپ بھی نہ کھا سکیں) یا لا ہو رہی میوزیم کے پُر اسراز نیم تاریک و سیع و عریض  
اور اوپنجی چھتوں والے کروں میں تاریخ کے درمیان آہستگی سے گھوم سکوں آپ  
کے ہمراہ۔

میں نے آپ کا خط پڑھ کر اپنے آپ سے سوال کیا کہ تم کیا اہتمام کرو  
اگر کبھی ملاقات کرنی ہو تو... تو مجھے جواب ملا کہ میں ڈارک براون یا اپنے پسندیدہ  
نیوی بلیورنگ کا کوئی بہاروں کا آئینہ دار لباس پہنؤں گی، اپنے بال بہت خوبصورتی  
سے شانہ کروں گی اور بس اپنی پسندیدہ خوبصورتگاؤں گی کیونکہ اور سب چیزیں میک  
آپ کی میرا خیال ہے کہ انسان کی اس کے چہرے کی اصل خوبصورتی اور حسن کو چھپا  
دیتی ہیں۔ آپ کا اپنارنگ و روپ بھی مصنوعی رنگوں میں چھپ جاتا ہے۔

آپ کا بیٹا مجھے بے حد بے حد پیارا لگا.... اور میں نے سوچا کہ.... کبھی  
میرے پاس بھی آپ کے بیٹے جیسا ایک بیٹا ہو گا.... لیکن شاید وہ اتنا پیارا نہ ہو کیونکہ  
اس میں صرف میری شخصیت شامل ہو گی آپ کی نہیں۔

میں نے گزشتہ دنوں اپنی ایک کزن سے کہا تھا کسی بات پر کہ مجھے اس  
دنیا میں بالکل نہیں پیدا ہونا تھا۔ اتنی بے کار، فضول اور عام دنیا۔ تو وہ بولی جی ہاں  
تمہیں تو کوہ قاف پر پیدا ہونا تھا۔ یہی کہنا چاہتی ہونا! میں نے بے حد خوش ہو کر

کہا کہ ہاں تم نے ٹھیک سمجھا ہے کیونکہ کوہ قاف میں نے سوان سے سنائے کہ جارجیا میں ہے رُوی ریاست میں۔ وہ کچھ سمجھنہ سکی اور میں اسے یہ سمجھا بھی نہیں سکی کہ میں نے زندگی سے ہمیشہ سے کیا چاہا ہے، کیا سوچا ہے اور کتنی مختلف زندگی گزارنے کی تمنا کی ہے۔ مجھے تو اور کچھ نہیں تو کانون کی پاکیزہ مقدس اور الہی بلندی پر فائز را ہبہ بننا ہی اس قدر اچھا لگتا تھا اور ہے۔

عام زندگی گزارنے کے تصور سے ہی جیسے مجھے لگتا ہے کہ آہستہ آہستہ مرجاوں گی، مرتی رہوں گی ہر دن۔ حالات سے ہار مان لینا انسان کی موت ہی تو ہوتی ہے نا۔ اور آہستہ آہستہ مرنے سے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ آدمی ایک دم ہی مرجائے۔

آج کل کئی کی فصل تیار ہے۔ ہر گھر میں چھلیاں (بھنے) بھنی ہیں اور کتنی اچھی میٹھی مہک آ رہی ہوتی ہے ہر طرف۔ کیا آپ نے بھی یہ محسوس کی ہے کبھی۔

بارشوں کا کیا حال ہے۔ یہاں تو بڑے بانکے دیہاؤے ہیں۔ ہر چیز مسکرا کر دیکھنے اور پیار کرنے کے قابل، سبزہ، آسمان، پھول پتے، درخت پرندے سب کچھ لیکن جب غور کرو تو ہر چیز کے پیچھے کچھ نہ ہونے کا احساس پتہ نہیں کیوں۔

”نتالیہ“

### تسلیمات!

ایک تو دن، ہی غم و سوگ تھے اور پھر آپ کا خط بھی نہیں آیا تھا۔ اس قدر شدید اداس اور بیزاری تھی کہ بس مرجانے کو دل چاہتا تھا۔ بکھر جانے کو اور خوب روئے کو غم حسین تو جیسے روئے کا بس ایک بہانہ تھا۔

اپنے بارے میں بہت سنجیدگی سے سوچتی بھی رہی کہ میں کیا ہوں اور اپنے آپ سے کیا چاہتی ہوں اور زندگی سے بھی۔ جب کہ مجھے کیا چاہنا چاہیے کیا سوچنا چاہیے اور نتیجے میں خت بیزارہی۔ اپنے آپ سے بھی زندگی سے بھی اور ہر